فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ القرآن

شرعی کونسل آف انڈیا
(بریلی شریف)

بیسواں فقہی سیمینار
۱۴۴۵ھ/۲۰۲۴ء

موضوع: ۱ ڈیجیٹل کرنسی (Digital Currency) اور ای روپی (E-Rupee) کی شرعی حیثیت

پیشکش
تاج الشریعہ فاؤنڈیشن
www.muftiakhtarrazakhan.com
0092 303 2886671 /makhtarraza1011

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

شرعی کونسل آف انڈیا

بریلی شریف

کے

سالانہ فقہی سیمنارز

میں ہونے والے

فیصلہ جات

دیئے گئے لنک پر ملاحظہ کیجئے

https://muftiakhtarrazakhan.com/shareecouncil/

۹۲/۷۸۶

سوال نامہ

ڈیجیٹل کرنسی (Digital Currency) ای روپی (E-Rupee) کی شرعی حیثیت

پندرہویں فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف منعقدہ ۸/۷/۶/اپریل ۲۰۱۵ء میں ڈیجیٹل کرنسی بٹ کوائن ون کوائن کی شرعی حیثیت اور اسکے ذریعہ خرید وفروخت اور لین دین کے طریقۂ کار، اسمیں سرمایہ کاری کرکے نفع حاصل کرنے کی مختلف صورتوں پر ایک مفصل سوالنامہ مفتیان کرام کی خدمات عالیہ میں پیش کیا گیا تھا جس پر بحث و تحقیق کے بعد متفقہ فیصلہ بھی ہوا کہ ڈیجیٹل کرنسی مادی نہیں، اسکا کوئی وجود خارجی نہیں، اس لیئے کہ وہ شرعا مال بھی نہیں کہ مال کا از قبیل اعیان ہونا ضروری ہے، اس پر ثمن اصطلاحی کی تعریف صادق نہیں آتی اور چونکہ بیع کیلئے مبیع کا مال ہونا مقبوض ہونا، مقدور التسلیم ہونا ضروری ہے اور مذکورہ کرنسی مال نہیں، اس پر حسا قبضہ ممکن نہیں، مقدور التسلیم بھی نہیں، تو اسکی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ، جو مسلمان اسمیں اپنا سرمایہ لگا چکے ہیں وہ جلد از جلد اپنا سرمایہ ہر ممکن کوشش کرکے واپس لے لیں۔ (خلاصہ فیصلہ)

دنیا میں پہلی ڈیجیٹل کرنسی بٹ کوائن (Bitcoin) ۳/ جنوری ۲۰۰۹ء میں آن لائن متعارف ہوئی اور پھر کئی ڈیجیٹل کرنسیاں (Digital Currencies) الگ الگ ملکوں میں لانچ کی گئیں، چونکہ بٹ کوائن اور دیگر ڈیجیٹل کرنسیاں دنیا کے کسی مالیاتی ادارے مثلاً بینک یا کسی حکومت کی محفوظ سیکورٹی (Security) یا زرضمانت کی بنیاد پر جاری نہیں کی گئیں تھیں بلکہ کوئی بھی اتھارٹی (Authority) انکو ریگولیٹ (Regulate) بھی نہیں کرتی تھی۔ بٹ کوائن اور دیگر کرپٹو کرنسی (Cryptocurrency) ہر طرح کے ضابطوں اور حکومتی کنٹرول سے آزاد تھی، جبکہ فزیکل کرنسی (Physical Currency) یعنی کاغذی نوٹ کو باقاعدہ زرضمانت اور ریگولیٹنگ اتھارٹی (Regulating Authority) کے کنٹرول کے ذریعہ مالیاتی نظام کا حصہ بنایا جاتا ہے، بٹ کوائن اور دیگر ڈیجیٹل کرنسیوں کے ذریعہ ترسیل زر یا ادائیگیوں میں جن دو شخصوں یا دو اداروں کے بیچ لین دین ہوتا تھا انکی پہچان ظاہر نہیں ہوتی تھی بلکہ حکومت کے عمل دخل کے بغیر براہ راست الیکٹرانک فائلوں (Electronic Files) کی ترسیل ہو جاتی تھی اس لیئے اس میں دھوکہ فریب کے امکانات بہت زیادہ تھے اور حکومت بھی بے بس تھی، ان تفصیلات کے پیش نظر ۲۰۱۸ء کے سیمینار میں جو سوالات قائم کئے گئے تھے اس کے مطابق فیصلہ ہوا تھا۔ جس کا خلاصہ اوپر مذکور ہوا۔ مگر اب دنیا کی کئی حکومتوں نے ڈیجیٹل کرنسی کو منظوری دے دی ہے اور فزیکل کرنسی کیطرح ڈیجیٹل کرنسی کے ذریعہ لین دین، خرید وفروخت کا تفصیلی ضابطہ بنا کر اسکو فروغ دینے کی بھرپور کوشش کی جارہی ہے بلکہ ڈیجیٹل کرنسی کے ذریعہ لین دین کرنے پر ٹیکس (Tax) میں بھاری چھوٹ دی جارہی ہے۔ وزیر مالیات (Finance Minister) نرملا سیتارمن نے یکم فروری ۲۰۲۲ء کو پارلیمنٹ (Parliament) میں بجٹ پیش کرتے ہوئے ہندوستانی ڈیجیٹل کرنسی ای روپی (E-Rupee) کو لانچ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ آر۔ بی۔ آئی (RBI) یعنی

ریزرو بینک آف انڈیا نے مسلسل کئی ماہ اس پر کام کیا، پھر یکم نومبر ۲۰۲۲ء کو ریزرو بینک آف انڈیا نے پائلٹ پروجیکٹ Pilot (Project) کے طور پر سنٹرل بینک ڈیجیٹل کرنسی (جسکا مخفف ہے CBDC) کو لانچ کیا اور اسکے لیئے ایس بی آئی (SBI)، ایچ ڈی ایف سی (HDC)، آئی سی آئی سی آئی (ICICI)، میں بینک (Yes Bank)، بینک آف بڑودہ (BOB)، یونین بینک (Union Bank)، ایچ ایس بی سی (HSBC)، کوٹک مہندرا بینک (Kotak Mahindra Bank)، آئی آئی ایف سی (IIFC)، آئی ٹی ایف سی فرسٹ بینک (ITFC First Bank) کو منتخب کیا گیا۔ ہندوستانی ڈیجیٹل کرنسی کا نام ای روپی (E-Rupee) رکھا گیا۔ ہندوستانی ڈیجیٹل کرنسی ای روپی کی دو نوعیت ہے: سی۔بی۔ڈی سی ہول سیل (CBDC Whole Sale) سی۔بی۔ڈی سی رٹیل (CBDC Retail) سی۔بی۔ڈی سی ہول سیل کا استعمال بڑے بڑے مالیاتی ادارے، بینک کمپنیاں کریں گی۔ اسکا استعمال یکم نومبر ۲۰۰۲۲ء سے شروع ہو چکا ہے، جبکہ سی بی ڈی سی رٹیل کا استعمال روز مرہ کی خریداری میں عام لوگ کریں گے اس کا استعمال بھی یکم دسمبر ۲۰۰۲۲ء سے شروع ہو چکا ہے۔ ہندوستانی حکومت کی طرف سے جاری کردہ ڈیجیٹل کرنسی ای روپی بالکل کاغذی نوٹ کیطرح ہی ہے مگر اسے چھوا نہیں جاسکتا، کاغذی نوٹ کیطرح جیب میں رکھا نہیں جاسکتا، اسے پھاڑا نہیں جاسکتا، کاٹا نہیں جاسکتا، وہ میلا نہیں ہوسکتا، ہاں! لین دین کیلئے ایک آن لائن والٹ Wallet (برقی پرس) سے دوسرے والٹ میں منتقل کیا جاسکتا ہے، لہٰذا اسکے کیلئے ایک والٹ (برقی پرس) کا ہونا ضروری ہوگا جس میں اسکو رکھا جاسکے یا اس سے نکالا جاسکے۔ ای روپی، کرپٹو کرنسی بٹ کوائن کی طرح نہیں کیونکہ ای روپی کو آر بی آئی RBI کی طرف سے جاری کیا گیا ہے، اس لیئے یہ ملک کی قانونی کرنسی ہے، اس ڈیجیٹل کرنسی سے کوئی بھی لین دین بجلی بل کی ادائیگی بلکہ نوٹ کیطرح ہر طرح کی ادائیگی ہوسکے گی۔ یہ ڈیجیٹل کرنسی نوٹ کی طرح ہی ہے فرق یہ ہے کہ نوٹ کو اپنی جیب میں، بینک اکاؤنٹ میں رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت اپنے اکاؤنٹ سے نکالتے ہیں یا کسی اور کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرتے ہیں، ڈیجیٹل کرنسی کو ہر شخص اپنے والٹ (برقی پرس) میں رکھے گا اور جب چاہے گا دوسرے کے برقی پرس میں ٹرانسفر کردیگا اور اگر کیش Cash کی ضرورت ہو تو بینک میں ڈیجیٹل کرنسی منتقل کرکے اسی کے برابر فزیکل کرنسی یعنی نوٹ لے سکتا ہے، کرپٹو اور دوسری غیر قانونی ڈیجیٹل کرنسیوں پر جو مالیت کبھی ہوتی ہے وہ اس سے کم یا زیادہ پر بکتی رہتی ہیں کبھی ان کا ریٹ Rate آسمان پر اور کبھی زمین پر آجاتا ہے مگر ای روپی کی مالیت وہی ہوگی جو اس پر مرقوم ہے جیسے کاغذی نوٹ میں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پانچ سو کے کاغذی نوٹ کی قیمت جس طرح پانچ سو ہے اسی طرح پانچ سوای روپی کی قیمت بھی پانچ سو ہی ہوگی، ایک روپیہ کم نہ زیادہ یعنی دونوں کی ویلو Value ایک برابر ہوگی۔ بلکہ بٹ کوائن اور دیگر کرپٹو کرنسیوں کو بینک میں دیگر کیش حاصل نہیں کیا جاسکتا جبکہ ای روپی کو بینک کے برقی اکاؤنٹ میں منتقل کرکے بآسانی کیش حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستانی ڈیجیٹل کرنسی کے ذریعہ لین دین کے فائدے:

(ا) ای روپی، آر بی آئی RBI کیطرف سے جاری کی گئی ہے۔ اس لیئے آر بی آئی نے اسکی حفاظت کی گارنٹی لی ہے، اس پر آر بی آئی کا مکمل ریگولیٹری کنٹرول (نگرانی) ہوگا اس لیئے یہ کرنسی خطرہ سے پاک ہوگی۔

(۲) ای روپی کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسکے لیئے بینک میں اکاؤنٹ کھلوانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اسکے استعمال کیلئے انٹرنیٹ کنکشن کی ضرورت ہے ان دونوں کے بغیر بھی موبائیل کے ذریعہ لین دین کا سارا کام ہوسکتا ہے۔

(۳) بینک کے دیوالیہ ہو جانے کی صورت میں یا بھاگ جانے کی صورت میں کھاتا دھارکوں کے پیسے ڈوب جاتے ہیں پھر کیس، مقدمہ کے باوجود بھی کچھ حاصل نہیں ہو پاتا، جبکہ ای روپی کی حفاظت کا ضامن خود "ریزرو بینک آف انڈیا" ہے، بینک کے دیوالیہ ہو جانے کی صورت میں یا بھاگ جانے کی صورت میں ڈیجیٹل کرنسی کی پوری ادائیگی ریزرو بینک آف انڈیا کریگا۔

(۴) ڈیجیٹل کرنسی سے پیسوں کا لین دین بہت آسان ہوگا۔

(۵) بڑے بڑے ٹرانزکشن Transaction چند سیکنڈوں میں ہو جائیں گے اور ٹرانزیکشن کا پورا ریکارڈ آر بی آئی کے برقی رجسٹر میں محفوظ ہوگا۔

(٦) چیک، ڈرافٹ کی کوئی ضرورت نہ ہو گی صرف چند سیکنڈ میں ڈیجیٹل روپیہ ٹرانسفر ہو جائیگا اور نوٹوں کو گننے کی زحمت بھی نہ اٹھانی پڑے گی۔

(۷) نقلی کرنسی کی مصیبت سے مکمل نجات مل جائیگی۔

(۸) ڈیجیٹل کرنسی کو کسی بھی طرح برباد نہیں کیا جاسکتا نہ لوٹا جاسکتا ہے، نہ پھاڑا جاسکتا ہے۔

(9) ٹیکس میں بھاری چھوٹ ملے گی۔ بیرون ممالک پیسے ٹرانسفر کرنے کی لاگت میں کمی آئیگی۔

(۱۰) گوگل پے (GPay)، یوپی آئی، فون پے کیطرح کیو آر کوڈ (Code QR) اسکین کرکے ای روپی سے بھی، پیمنٹ (Payment) کیا جاسکتا ہے۔

(۱۱) نوٹ کی چھپائی اور اسکو پورے ملک میں پہونچانے اور حفاظت کرنے پر جو کروڑوں روپیہ گورنمنٹ کا خرچ ہوتا ہے وہ بچ جائیگا

ای روپی کے نقصانات

ای روپی کا نقصان یہ ہیکہ اسکے ذریعہ لین دین سے متعلق پرائیویسی Privacy تقریباً ختم ہو جائیگی، نقد لین دین میں پہچان خفیہ رہتی ہے لیکن ڈیجیٹل ٹرانزکشن پر حکومت کی نظر رہے گی، ساتھ ہی ای روپی پر کوئی انٹرسٹ نہیں ملے گا۔ ڈیجیٹل کرنسی کی شرعی حیثیت پر گزشتہ سیمینار میں تفصیل سے بحث ہو چکی ہے، مگر اس وقت جس ڈیجیٹل کرنسی پر بحث ہوئی تھی وہ مکمل طور پر غیر قانونی کرنسی تھی، حکومتی کنٹرول سے آزاد تھی، قدم قدم پر ضرر او غرر کا قوی امکان تھا، مال ڈوبنے کی صورت میں حکومت کسی طرح معاوضہ دینے کی پابند نہیں تھی۔ مگر آج ہم جس ڈیجیٹل کرنسی پر بحث کر رہے ہیں وہ حکومت ہند کی طرف سے جاری کردہ ہے، ہندوستانی حکومت کا سب سے بڑا مالیاتی ادارہ آر بی آئی کا اس پر مکمل طور پر ریگولیٹری کنٹرول ہے، یہ ڈیجیٹل کرنسی ہر طرح کے خطرے سے محفوظ ہے، بالفرض اگر مال ڈوبا تو آر بی آئی نے پورا پیسہ لوٹانے کی گارنٹی لی ہے، اس لیئے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس ڈیجیٹل کرنسی پر نئے سرے سے بحث کی جائے۔ فقہائے کرام نے قرآن وسنت کی روشنی میں

اقتصادیات اور معاشیات کے جو اِصول ضابطے بنائے ہیں وہ انسانوں کو نقصانات سے بچانے اور فائدہ سے ہمکنار کرنے کے لیئے ہیں۔ فقہ کا ایک مشہور قاعدہ ہے "الضرر یزال" نقصان کا ازالہ کیا جائیگا، یہ قاعدہ حدیث رسول "لاضرر ولاضرار" سے ماخوذ ہے جسکا مطلب ہے نہ نقصان اٹھایا جائیگا اور نہ نقصان پہونچایا جائیگا۔ ان دونوں ضابطوں کی تائید ارشاد خداوندی لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ سے ہوتی ہے، یعنی نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔ مسائل واحکام کے تغیر و تبدل میں عرف وعادت کا بھی بڑا دخل ہے۔ یعنی جن امور میں نص موجود نہ ہو اور کتاب وسنت نے صریح رہنمائی نہ کی ہو ان میں لوگوں کا عرف و تعامل معتبر ہے اور عرف وعادت کا تغیر احکام میں تبدیلی کا موجب ہے، بلکہ عرف اتنا مؤثر ہے کہ قیاس پر قاضی اور موضع نص میں نص کا مخصص ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: علمائے کرام جس عرف عام کو فرماتے ہیں کہ قیاس پر قاضی ہے اور نص اس سے متروک نہ ہوگا مخصوص ہو سکتا ہے وہ یہی عرف حادث شائع ہے کہ بلاد کثیرہ میں بکثرت رائج ہو۔ (فتاوی رضویہ ج:۸، ص: ۲۱۴)

قاعدہ فقہیہ "**العادۃ محکمۃ**" اور "**الثابت بالعرف کالثابت بالنص**" اس کا بنیادی ماخذ ہے، اس لیئے ڈیجیٹل کرنسی کی شرعی حیثیت متعین کرتے وقت امور مذکورہ کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ کسی بھی چیز میں ثمنیت Value Market پیدا ہونے کی دو صورتیں ہیں، وہ چیز خلقی طور پر ثمن ہو جیسا کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا: "بخلاف النقود لانہ للثمنیۃ خلقۃ نقود یعنی سونا چاندی کے سکے قدر و قیمت ہی کیلیئے بنائے گئے ہیں۔ (ہدایہ ج: ۳، ص: ۶۵)

عہد صحابہ میں سونا چاندی یہی دو چیزیں تھیں جنکو بطور ثمن استعمال کیا جاتا تھا، سکّے بھی انہیں کے ڈھلا کرتے تھے۔

ثمنیت پیدا ہونے کی دوسری صورت اصطلاح تھی یعنی لوگ عرف وعادت کے اعتبار سے کسی چیز کے ثمن ہونے پر اتفاق کر لیتے ،صاحب ہدایہ نے اسی اصطلاحی ثمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "لأن الثمنیۃ بالاصطلاح" (ہدایہ ج: ۳، ص: ۹۳) یعنی کسی چیز کی ثمنیت اور مارکیٹ ویلو عوام الناس کے عرف وعادت اور باہمی اتفاق سے پیدا ہو جائے، اسی لیئے فلوس نافقہ یعنی وہ سکے جو اگرچہ ثمن نہیں ہیں لیکن عوام میں ان کا رواج ہو گیا تو فقہا نے انکو ثمن میں شمار کیا، اسے غیر خلقی ثمن یا ثمن اصطلاحی (Terminological Currency) کہتے ہیں۔ کسی چیز کے ثمن اصطلاحی بننے اور اسکی ثمنیت پر اتفاق ہونے کا اندازہ دو باتوں سے لگایا جاسکتا ہے، ایک یہ کہ عوام میں کسی کرنسی کا رواج عام ہو جائے اور حکومت بھی اسکو بطور کرنسی قبول کرلے، دوسرے یہ کہ حکومت اپنی جانب سے کسی چیز کو کرنسی مقرر کرے اور عوام بھی اسے مجبوراً قبول کرلیں۔ پہلی صورت میں عرف کے ختم ہونے سے ثمنیت باطل ہو جائیگی اور دوسری صورت میں حکومت کے باطل کرنے سے ثمنیت باطل ہو جائیگی۔ ماضی قریب میں نوٹ بندی اسکی واضح مثال ہے۔

مال کیا ہے؟ : قرآن وحدیث میں لفظ "مال" کثیر جگہوں پر وارد ہوا ہے مگر قرآن وحدیث میں مال کا قطعی مصداق متعین نہیں کیا گیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی چیز کا ضابطہ اگر نصوص میں اور لغت میں موجود نہ ہو تو وہاں عرف کی

طرف رجوع کیا جاتا ہے کل ما ورد به الشرع مطلقا ولا ضابطة له فيه ولا فى اللغة يرجع فيه الى العرف"(الاشباہ للسیوطی ص:۱۹۶)

فقہائے کرام نے درج ذیل الفاظ میں مال کی تعریف کی ہے:

در مختار مع رد المحتار میں ہے: "المراد بالمال ما يميل اليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة, والمالية تثبت بتمول الناس كافة او بعضهم, والتقوم يثبت بها وباباحة الانتفاع به شرعاً" (ج: ص:۱۰)

اسی میں ہے: المال عين يمكن احرازها وامساكها (ج:٦، ص: ۳۹۳) مال کی الگ الگ تعریفوں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مال کا مصداق ہر دور میں عرف وعادت اور رواج کے اعتبار سے

متعین ہونا چاہیے اور بدلے ہوئے عرف کے پیش نظر حکم بھی بدلنا چاہیے۔ جیسے فقہائے کرام نے شہد کی مکھی کو پہلے حشرات الارض" ہونے کی بنا پر مال "نہیں مانا اور اسکی خرید وفروخت کو ناجائز قرار دیا لیکن جب لوگوں میں شہد کیلئے باضابطہ اسکی خرید و فروخت اور اسکے پالنے کا رواج ہو گیا تو فقہائے کرام نے اسے مال کی حیثیت سے تسلیم کر لیا اور اسکی خرید وفروخت کی اجازت دے دی چنانچہ شلبی نے اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا" لأنه معتاد جوز للحاجة" (حاشیہ شلبی علی تبیین الحقائق ج ۴، ص ۴۹)

خود امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے شہد کی مکھی کی بیع کو جائز قرار دیا اور علمائے احناف نے انہیں کے قول کو مفتی بہ قرار دیا، فتاوی عالمگیری میں ہے: و قال محمد رحمہ اللہ تعالی: یجوز اذا کان مجموعاً کذا فی الحاوی: بیع النحل یجوز عند محمد رحمہ اللہ وعلیہ الفتوی کذا فی الغیاثیہ (ج:۳، ص: ۱۱۴)

اسی طرح امام اعظم ابو حنیفہ نے ریشمی کیڑوں کی بیع کو حشرات الارض سے ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار دیا گویا اسے مال نہیں مانا مگر جب لوگوں میں اسکی خرید وفروخت اور پالنے کا رواج عام ہو گیا تو بہت سے ائمہ کرام نے تعامل کے سبب اسکی خرید و فروخت کی اجازت دے دی۔ بنایہ شرح ھدایہ میں ہے: (ولا يجوز بيع دودِ القزّ عند ابي حنيفة رحمه الله لأنه من الهوام و عند أبي يوسف - رحمه الله - يجوز إذا ظهر فيه القز تبعا له) اى للقز لأنه صار منتفعاً به فى المستقبل وعند محمد رحمه الله يجوز كيفما كان) اى سواء كان معه القزّ أم لا (لكونه منتفع به) وبه قال الشافعي و أحمد - رحمهما الله وهو اختيار الصدر الشهيد -رحمه الله - وعليه الفتوى للتعامل كذا فى الذخيرة" و "جامع المحبوبى" (بنايه شرح هدايه ج:۸، ص:۱۶۱)

یہی حال ریشمی کیڑوں کے انڈوں کا ہے: امام اعظم کے نزدیک بعینہ وہ نا قابل انتفاع ہیں اور جو کچھ اسمیں سے پیدا ہوگا وہ فی الحال معدوم ہے اس لئے اسکی بیع ناجائز ہے مگر صاحبین نے ضرورت کی وجہ سے انکی بیع کو جائز قرار دیا۔ (نفس مصدر) کتب فقہ میں اسکی کثیر مثالیں موجود ہیں کہ فقہائے کرام نے بہت سی چیزوں کو پہلے ناجائز قرار دیا پھر ضرورت، حاجت، عرف اور تعامل کے سبب اسکی بیع کی اجازت دے دی۔

زر کی حقیقت باعتبار لغت

زر کو عربی میں نقد کہتے ہیں اور مشہور لغت المعجم الوسیط میں نقد کا معنی یوں لکھا ہے: النقد (فی البیع) خلاف النسیئة ویقال: درہم نقد: جید لازیف فیہ (ج) نقود والعملة من الذہب اِو الفضة وغیر ہما مما یتعامل بہ (المعجم الوسیط، الجزء الثانی ص: ۹۴۴)

خرید وفروخت میں نقد کا معنی ہوتا ہے: وہ شئی جو ادھار نہ ہو نیز عمدہ قسم کا درہم جسمیں کھوٹ نہ ہو اسکو درہم نقد کہا جاتا ہے۔ اسکی جمع نقود آتی ہے، اور نقد اس کرنسی کو کہتے ہیں جسکے ذریعہ لین دین ہوتا ہو خواہ سونے کی بنی ہو یا چاندی کی یا ان دونوں کے علاوہ کسی دوسری چیز سے۔

فقہائے کرام کے یہاں جس طرح " نقد " کا اطلاق سونے چاندی پر ہوتا ہے اسی طرح سونے چاندی کے ڈھلے ہوئے سکوں پر بھی ہوتا ہے بلکہ ہر وہ چیز جو بطور آلۂ تبادلہ استعمال ہو چاہے وہ سونے چاندی کی ہو یا چمڑا، پیتل اور کاغذ وغیرہ کی شکل میں بشرطیکہ اس کو قبولیت عامہ حاصل ہو۔ (الموسوعة الفقہیة/۴/۱۷۳) عصر حاضر میں " نقد " کا لفظ اس تیسرے معنی کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔

بلاشبہ اسلام کے ابتدائی دور میں مالیاتی لین دین سونے، چاندی کے سکوں کے ذریعہ ہی ہوتا تھا اور سونے، چاندی کی ثمنیت بھی مسلم ہے لیکن شریعت نے زر کیلئے سونے، چاندی کے سکوں کی شرط نہیں لگائی بلکہ اس معاملے میں بڑی وسعت رکھی گئی ہے مشہور مؤرخ احمد بن یکیئنی بلاذری نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دور میں اونٹوں کی کھال سے درہم بنانے کا ارادہ کر لیا تھا مگر اس اندیشہ کے سبب ترک فرمادیا کہ اس طرح تو اونٹ ہی ختم ہو جائیں گے فتوح البلدان میں ہے: **هَمَمْتُ أن أجعل الدراهم من جلود الإبل فقيل له إذا لا بعير فأمسك** (ج:۳ ص: ۵۷۸) میں نے اونٹوں کے چمڑوں سے درہم بنانے کا ارادہ کیا، ان سے کہا گیا: تب تو اونٹ ختم ہو جائیں گے تو اس پر انھوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **لو أن الناس أجازوا بينهم الجلود حتى تكون لها سكة و عين لكرهتها أن تُبَاعَ بالذهب و الورق نظرة المدونة الكبرى للامام مالك** ج۳، ص: ۳۹۶)

اگر لوگ اپنے درمیان چمڑوں کے ذریعہ خرید وفروخت کو رائج کر دیں یہاں تک کہ وہ چمڑے ثمن اور سکہ کی حیثیت اختیار کر لیں تو میں سونے، چاندی کے بدلے ان چمڑوں کو اُدھار بیچنا پسند نہیں کروں گا۔

یعنی اگر چمڑا بحیثیت ثمن رائج ہو جائے تو اس پر بھی وہی احکام جاری ہونگے، جو درہم اور دینار پر جاری ہوتے ہیں۔ بعد کے ادوار میں بہت سے بادشاہوں نے چمڑے کے سکے جاری کئے اور فقہائے کرام نے ان کے ذریعہ خرید وفروخت کو جاری رکھا

علامہ ابن نجیم حنفی خراسان کے امیر غطریف بن عطا کندی کی طرف منسوب غطارفہ نامی دراھم جن میں ملاوٹ زیادہ اور چاندی کم ہوتی تھی، اسکی بحث میں لکھتے ہیں... **وذكر الولوالجي أن الزكاة تجب في الغطارفة اذا كانت مأتين لأنها اليوم**

من دراهم الناس وإن لم تكن من دراهم الناس في الزمن الاول وإنما يُعتبر في كل زمان عادة أهل ذالك الزمان»(البحر الرائق،باب زكوة المال ج:۲،ص:۲۴۵)

ولوالجی نے ذکر کیا ہے کہ غطارفہ جب دوسو درہم ہوں تو ان میں زکوۃ واجب ہوگئی، کیونکہ اگرچہ پہلے زمانے میں یہ لوگوں کے دراہم نہیں تھے مگر آج کل یہی ہیں، ہر زمانے میں اس زمانے کے لوگوں کی عادت معتبر ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ شریعت میں زر مبادلہ کے انتخاب میں سونے چاندی کی پابندی نہیں ہے، قیمتوں کو جانچنے کے لئے کسی بھی چیز کو معیار بنایا جاسکتا ہے، بشرطیکہ عوام الناس نے ثمن کی حیثیت سے اسے قبول کرلیا ہو۔ مذکورہ بالا تفصیلات سے واضح ہے کہ ہر دور میں کرنسی مختلف رہی اور تمام قسم کی رائج کرنسیوں کے ساتھ فقہائے کرام نے خرید و فروخت کو جائز مانا، چاہے وہ سونے کی صورت میں ہو، یا چاندی کی صورت میں، چاہے وہ سونے چاندی کے سکے ہوں یا چمڑے کے، وہ کاغذی نوٹ ہوں یا دھات کے بنے پیسے، اسکی مالیت حکومت کے جاری کرنے سے پیدا ہوئی ہو یا عام لوگوں کے استعمال و اصطلاح سے رائج ہوئی ہو، بہر صورت اسے مال اور کرنسی مانا گیا۔

مال کی تعریف اور اسکی جدید شکل

ڈیجیٹل کرنسی پر بحث کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ وہ مال ہے یا نہیں؟ اسے ثمن اصطلاحی مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس پر حساً یا حکماً قبضہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ فقہائے کرام نے اپنے دور کے سکوں، کرنسیوں اور پائے جانے والے دیگر مالوں کے پیش نظر مال کی درج ذیل تعریف فرمائی اسی لیے اس میں عین اور مادی ہونے کی قید ذکر کی، ردالمحتار میں ہے: **والمراد بالمال ما يميل اليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة (ج:۷،ص:۱۰)**

المال عين يمكن احرازها و امساكها (ج:۶ ص:۳۳۹) احکام القرآن للجصاص میں ہے "**الدين هو حق لا يصح فيه قبض و انما يتأتى القبض في الاعيان (ج:۲،ص:۱۶۱)**

فقہائے کرام نے اپنے دور میں پائے جانے والے اموال کے پیش نظر مال کی تعریف مذکور میں احراز، ادخار عین جیسے الفاظ کا ذکر کیا، انکے دور میں ایسی چیزیں ابھی وجود میں نہیں آئی تھیں جو غیر مادی ہوں اور انکی خرید فروخت کا رواج عام ہو مگر آج کے دور میں ایسی بہت سی چیزیں موجود ہو چکی ہیں جو غیر مادی ہیں اور انکی خرید و فروخت کا چلن عام ہے انھیں اشیاء میں سے ڈیجیٹل کرنسی بھی ہے، تو کیا بدلے ہوئے حالات میں ڈیجیٹل کرنسی کی خرید و فروخت کا رواج عام ہونے کی بنیاد پر عرف و عادت کا اعتبار کرتے ہوئے مال مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بالخصوص اس صورت میں کہ خود حکومت نے اسے جاری کیا، اسے کرنسی کا قانونی درجہ دیا، کرنسی نہ ماننے کی صورت میں کیس، مقدمہ کا سامنا بھی کرنا پڑ سکتا ہے، یا اسکے ذریعہ لین دین نہ کرنا حرج و مشقت کا سبب ہوسکتا ہے۔ اور ایسا بھی نہیں کہ غیر مادی شئی کی بیع کے جواز کی نظیر فقہ حنفی میں موجود نہیں۔ فقہائے کرام نے اصالۃً حقوق کی بیع کو ناجائز فرمایا اس لیئے کہ حقوق مادی نہیں منافع ہیں اور مال کے لیئے مادی ہونا ضروری ہے مگر مشائخ بلخ نے حق

شرب کی بیع کو استقلالاً جائز قرار دیا حالانکہ یہ بھی از قبیل حقوق ہے از قبیل اعیان نہیں: "فتح القدیر میں ہے" "وجوزہ مشائخ بلخ کابی بکر الإسکافی ومحمد بن سلمة لأن أهل بلخ تعاملوا ذالك لحاجتهم اليه والقياس يترك بالتعامل (ج:٦، ص: ٣٩٣)

یہاں یہ امر قابل لحاظ رہے کہ مشائخ بلخ نے حق شرب کی بیع کو مال مان کر جائز قرار نہیں دیا بلکہ تعامل کے سبب جائز قرار دیا مگر یہ ضرور ہے کہ ایک غیر مادی شئی کی بیع کو تعامل کی بنیاد پر انہوں نے جائز قرار دیا۔

قبضہ کی تعریف اور اسکی نئی شکل:

مبیع اور مشتری کے مابین اس طور پر تخلیہ کر دینا کہ مشتری کو قبضہ کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے، جس میں بائع کی طرف سے کوئی مانع اور حائل نہ رہے، قبضہ جس طرح حسّی ہوتا ہے اسی طرح حکمی و اعتباری بھی ہوتا ہے، نیز قبضہ جس طرح اصلی ہوتا ہے، اسی طرح ضمنی بھی ہوتا ہے مختلف چیزوں کا قبضہ انکے حسب حال ہوتا ہے، علامہ ابن قدامہ نیلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں" وقبض كل شئی بحسبه فان كان مكيلا أو موزونا بِيْعَ كيلاً، أو وزنا، فقبضه بكيله ووزنه، وبه قال الشافعي، وقال ابو حنيفة: التخلية فى ذالك قبض (المغنی ج:٦، ص: ١٨٦) در مختار میں ھے: ثم التسليم يكون بالتخلية على وجه يتمكن من القبض بلا مانع ولا حائل (شامی ج٤، ص:٥٦٨)

امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک ہاتھ سے قبضہ کرنا اور بالفعل قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے، قبضہ کی قدرت اور موقعہ دینا بھی قبضہ ہی کی طرح ہے۔

رد المحتار میں ہے" التمكن من القبض كالقبض (شامی ج: ٤ ص: ٥٦٨) بدائع میں ہے: ولا يشترط القبض بالبراجم لأن معنى القبض هو التمكن والتخلي وارتفاع الموانع عرفاً وعادةً حقيقةً (ج:٤ص:٣٤٢)

فقہائے ماسبق کے زمانے میں چونکہ ڈیجیٹل کرنسی کی ایجاد نہیں ہوئی تھی، اسی لئے ڈیجیٹل کرنسی پر قبضہ کرنے کی ٹیکنالوجی بھی وجود میں نہیں آئی تھی مگر آج ایسی کرنسی وجود میں آچکی ہے، جو غیر مادی ہے، ڈیجیٹل ہے اور انکے ذریعہ دنیا بھر میں خرید وفروخت ہو رہی ہے اور اس ڈیجیٹل کرنسی کو محفوظ کرنے، اکٹھا کرنے، وقت حاجت کیلئے روک رکھنے کی خاطر برقی اکاؤنٹ بھی وجود میں آچکا ہے، برقی اکاؤنٹ میں ڈیجیٹل کرنسی کے آجانے کے بعد اکاؤنٹ ہولڈر جس طرح چاہے بلا روک ٹوک اس میں تصرف کر سکتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں مفتیان کرام کی بارگاہ میں چند سوالات پیش ہیں، امید کہ جلد از جلد ان کا تحقیقی و تشفی بخش جواب بھیج کر شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کو شاد کام فرمائیں گے:

سوالات

سوال (۱) مال کی تعریف میں "مادی" ہونے کی قید احترازی" ہے یا "اتفاقی"؟ حکومت ہند کی طرف سے جاری کردہ ڈیجیٹل کرنسی ای روپی (E-Rupee) کی خرید وفروخت اور اسکے ذریعہ لین دین پر عرف وعادت یا تعامل پالیا جائے تو اسے ثمن اصطلاحی مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟

سوال (۲) اپنے ڈیجیٹیل والٹ Wallet یعنی برقی پرس میں ای روپی کا جمع ہو جانا قبضہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو قبضہ کی کون سی قسم؟ اگر نہیں تو کیوں؟ جبکہ کھاتا ہولڈر میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے، تصرف سے کوئی چیز مانع نہیں؟

سوال (۳) اگر کسی کے ڈیجیٹل والٹ یعنی برقی پرس میں بقدر نصاب ای روپی موجود ہو تو اپنے شرائط معتبرہ کے ساتھ زکوۃ واجب ہو گی یا نہیں؟

سوال (۴) نوٹ کے بدلے ای روپی کو برابر یا کمی بیشی کیساتھ بیچنا، خرید نا جائز ہے یا نہیں؟ یونہی ای روپی کو ای روپی کے بدلے میں برابر برابر یا کمی بیشی کے ساتھ بیچنا، خرید نا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۵) زید نے بکر کو ایک لاکھ انڈین کاغذی کرنسی بطور قرض دیا، بکر نے کچھ دنوں کے بعد زید کو ای روپی کی صورت میں ایک لاکھ لوٹایا تو زید کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور بکر شرعاً قرض کی ادائیگی سے سبکدوش مانا جائیگا یا نہیں؟

سوال (۶) ای روپی کو مال اور ثمن اصطلاحی نہ ماننے کی صورت میں اگر کیس، مقدمہ کا خطرہ ہو تو مجبوراً اسے ثمن اصطلاحی مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس پر کرنسی نوٹ کے سارے احکام جاری کئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

☆☆☆

از: شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

رکن: شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف

٩٢/٧٨٦

فیصلہ

بابت:ڈیجیٹل کرنسی(Digital Currency)ای روپی(E-Rupee)کی شرعی حیثیت

سوال(۱):مال کی تعریف میں "مادی" ہونے کی قید "احترازی" ہے یا "اتفاقی"؟ حکومت ہند کی طرف سے جاری کردہ ڈیجیٹل کرنسی "ای روپی(E-Rupee)" کی خرید وفروخت اور اس کے ذریعہ لین دین پر عرف وعادت یا تعامل پالیا جائے تو اسے ثمن اصطلاحی مانا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب(۱):فقہائے کرام نے مال کی جو تعریف فرمائی ہے اس کے مطابق مال میں عین اور مادی ہونے کی قید احترازی ہے۔فتح القدیر میں ہے:"المال عین یمکن احرازھا وامساکھا"(ج۶،ص۳۹۳،کتاب البیوع)

احکام القرآن للجصاص میں ہے:"الدین ھو حق لا یصح فیہ قبض وانما یتاتی القبض فی الاعیان" (ج۲،ص۱۶۱)

سکب الانہر حاشیہ مجمع الانہر میں ہے:والمراد بالمال عین یجری فیہ التنافس والابتذال"(ج۳،ص۴)

حاشیہ طحطاوی علی المراقی میں ہے:"والمال ما یتمول ویدخر لوقت الحاجۃ وھو خاص بالاعیان" (ص۳۸۹)

مگر جب حکومت نے ڈیجیٹل کرنسی(ای روپی) کو ثمن اصطلاحی قرار دے دیا ہے تو وہ بھی ملحق بالمال ہے۔

بدائع الصنائع میں ہے:"لو تزوجھا علی منافع سائر الاعیان من سکنی دارہ وخدمۃ عبیدہ ورکوب دابۃ والحمل علیھا وزراعۃ أرضہ ونحو ذلک من منافع الاعیان مدۃ معلومۃ صحت التسمیۃ لأن ھٰذہ المنافع اموال او التحقت بالأموال شرعا فی سائر العقد لمکان الحاجۃ"(ج۲،ص۵۶۷)

فتاویٰ رضویہ قدیم میں مذکور مفتی ارشاد حسین رامپوری علیہ الرحمہ کے مصدقہ فتویٰ میں ہے:"خرید وفروخت نوٹ مذکور کی زیادہ یا کم پر جائز ہے۔اس واسطے کہ حکام نے اس کو مال قرار دیا ہے اور جو شئی کہ اصطلاح قوم میں مال قرار دی جائے،خواہ فی اصلہ اس میں ثمنیت اور مالیت ثابت نہ ہو لیکن فقط قوم کے قرار دینے سے ثمنیت اور مالیت اس میں ثابت ہو جاتی ہے"(ج۷،ص۱۹۸)۔واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۲):اپنے ڈیجیٹل والٹ(Wallet)یعنی برقی پرس میں ای روپی کا جمع ہو جانا قبضہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو قبضہ کی کون سی قسم؟ اگر نہیں تو کیوں؟ جبکہ کھاتا ہولڈر اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے،تصرف سے کوئی چیز مانع نہیں؟

الجواب (۲): جملہ مندوبین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ڈیجیٹل والٹ میں ای روپی کا جمع ہو جانا قبضہ ہے البتہ یہ قبضہ قبضہ حکمی ہے۔

بدائع میں ہے: "لا یشترط القبض بالبراجم لان معنی القبض التمکن والتخلی وارتفاع الموانع عرفاً وعادةً حقیقةً" (ج۴، ص ۳۴۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اور قبضہ دلانے کا معنی شرعاً عقلاً و عرفاً یہی ہے کہ اپنا قبضہ اٹھا کر اس کا قبضہ کرا دیا جائے" (ج۷، ص۴۳۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۳): اگر کسی کے ڈیجیٹل والٹ یعنی برقی پرس میں بقدر نصاب ای روپی موجود ہو تو اپنے شرائط معتبرہ کے ساتھ زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب (۳): مندوبین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی کے ڈیجیٹل والٹ یعنی برقی پرس میں بقدر نصاب ای روپی موجود ہو تو اس پر اپنے شرائط معتبرہ کے ساتھ زکوٰۃ واجب ہوگی کہ عرف حادث کے سبب وہ ثمن اصطلاحی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: "فأقول: نعم، تجب فیه الزکاة بشروطها لما علمت أنه مال متقوم بنفسه ولیس سندا او تذکرة للدین حتی لا یجب اداؤها مالم یقبض خمس نصاب ولا حاجة فیه الی نیة التجارة لأن الفتوی علی أن الثمن المصطلح تجب فیه الزکاة ما دام رائجا۔ ہاں نوٹ میں زکاۃ اپنی شرطوں کے ساتھ واجب ہے اس لئے کہ آپ نے جان لیا کہ وہ خود قیمتی مال ہے، دستاویز و رسید قرض نہیں کہ جب تک نصاب کا پانچواں حصہ قبضہ میں نہ آئے زکاۃ دینا واجب نہ ہو اور نوٹ میں نیت تجارت کی بھی حاجت نہیں اس لئے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ ثمن اصطلاحی جب تک رائج ہے، زکوٰۃ اس میں واجب ہے" (ج۷، ص۱۳۶)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴): نوٹ کے بدلے ای روپی کو برابر برابر یا کمی بیشی کے ساتھ بیچنا، خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ یونہی ای روپی کو ای روپی کے بدلے میں برابر - برابر یا کمی بیشی کے ساتھ بیچنا، خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب (۴): تمام مندوبین کا اتفاق ہے کہ نوٹ کو ای روپی کے بدلے برابر برابر یا کمی بیشی کے ساتھ خریدنا اور بیچنا جائز ہے یوں ہی ای روپی کو ای روپی کے بدلے کمی بیشی کے ساتھ نقد خریدنا اور بیچنا جائز ہے۔

در مختار میں ہے: "وان وجد أحدهما ای القدر وحده او الجنس وحده حل الفضل وحرم النسأ" (ج۷، ص ۴۲۲)

اور اسی میں ہے: "وان عدما حلا لعدم العلة فبقی علی أصل الاباحة" (ج۷، ص ۴۲۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "فأقول: نعم، یجوز بیعه بأزید من رقمه او بأنقص منه کیفما تراضیا لما علمت أن تقدیرها بهذه المقادیر انما حدث باصطلاح الناس وهما لا ولایة للغیر علیهما کما

تقدم عن الهداية والفتح فلهما أن يقدر بما شاء أمن نقص أو زياد۔ ہاں نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے زیادہ یا کم کو جتنے پر رضامندی ہو جائے اس کا بیچنا جائز ہے اس لئے کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ نوٹ کا ان مقداروں سے اندازہ کرنا صرف لوگوں کی اصطلاح سے پیدا ہوا ہے اور بائع و مشتری پر ان کے غیر کی کوئی ولایت نہیں جیسا کہ ہدایہ و فتح القدیر سے گزرا تو ان دونوں کو اختیار ہے کہ کم زیادہ جتنا چاہیں اندازہ مقرر کر لیں" (ج۷، ص۱۶۱،۱۶۰)۔

البتہ ای روپی کے عوض ای روپی برابر برابر بلا وجہ اور بے مقصد صحیح خریدنا اور بیچنا عبث ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "أقول اولا لو كان الأمر كما زعمت لما صح بيع النوط بالربائی اصلا لانه اذن بيع مائة دراهم افرنجي بمأة دراهم افرنجي وهى لاتفاوت فيما بينهما بشيء فكان الاستبدال عبثا والشرع لا يشرع العبث فى الاشباه العقود تعتمد صحتها الفائدة فما لم يفد لم يصح فلا يصح بيع درهم بدرهم اذا تساويا وزناً وصفةً كما فى الذخيرة" (ج۷، ص۱۸۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۵): زید نے بکر کو ایک لاکھ انڈین کاغذی کرنسی بطور قرض دیا، بکر نے کچھ دنوں کے بعد زید کو ای روپی کی صورت میں ایک لاکھ لوٹایا تو زید کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور بکر شرعاً قرض کی ادائیگی سے سبکدوش مانا جائے گا یا نہیں؟

الجواب (۵): اگر زید ایک لاکھ کاغذی انڈین کرنسی کے بدلے ایک لاکھ ڈیجیٹل کرنسی ای روپی لینے پر راضی ہے اور بکر نے اسے ایک لاکھ ای روپی دے دیا تو وہ قرض سے سبکدوش ہو گیا۔

بہار شریعت میں ہے: "واپسی قرض میں اس چیز کی مثل دینی ہو گی جو لی ہے، نہ اس سے بہتر نہ کم تر۔ ہاں اگر بہتر ادا کرتا ہے اور اس کی شرط نہ تھی تو جائز ہے، دائن اس کو لے سکتا ہے۔ یوں ہی جتنا لے لیا ہے، ادا کے وقت اس سے زیادہ دیتا ہے مگر اس کی شرط نہ تھی، یہ بھی جائز ہے۔" (۱۱/۷۳۷)

شامی میں ہے: "فان الديون تقضى بأمثالها فيثبت للمديون بذمة الدائن مثل ما للدائن بذمته فليتقيان قصاصا" (کتاب الرھن، ج۔۔، ص۵۲۵)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "فاقول نعم يجوز قراضه لما تقدم انه مثلى ولا يقضى الا بالمثل لانه شان القرض بل كل دين لا يقضى الا بمثله الا ان يتراضيا۔ (پس میں کہتا ہوں) ہاں نوٹ قرض دینا جائز ہے اس لئے کہ اوپر گزرا کہ وہ مثلی ہے اور مثل ہی کے دینے سے ادا کیا جائے گا کہ قرض کی یہی شان ہے بلکہ کوئی دین ادا نہیں کیا جاتا مگر اپنے مثل سے مگر یہ کہ طرفین (کسی دوسری چیز کے لینے دینے پر) راضی ہو جائیں۔" (فتاویٰ رضویہ جدید، ج۱۷، ص۴۲۴)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

❊ ❊ ❊

٩٢/٧٨٦

سوال نامه

وزٹ ویزا (Visit Visa) پر غیر قانونی طریقہ سے حج کرنے کا شرعی حکم؟

اسلام کے ارکان میں ایک اہم رکن حج ہے۔ حج سنہ ۹ھ میں فرض ہوا اس کی فرضیت قطعی ہے جو اس کی فرضیت کا انکار کرے کافر ہے مگر عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ حج واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں جب تک وہ سب نہ پائی جائیں حج فرض نہیں۔ (۱) اسلام (۲) دار الحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے کہ جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں حج ہے۔ (۳) بلوغ (۴) عاقل ہونا (۵) آزاد ہونا (۶) تندرست ہو (۷) سفر خرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو (۸) وقت۔ یہاں تک وجوب کے شرائط کا بیان ہوا اور شرائط ادا کہ وہ پائے جائیں تو خود حج کو جانا ضروری ہے اور سب نہ پائے جائیں تو خود جانا ضروری نہیں بلکہ دوسرے سے حج کرا سکتا ہے یا وصیت کر جائے۔

وجوب ادا کے شرائط درج ذیل ہیں۔

(۱) راستہ میں امن ہونا،

(۲) عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ہمراہ شوہر یا محرم ہونا شرط ہے،

(۳) جانے کے زمانے میں عورت عدت میں نہ ہو،

(۴) قید میں نہ ہو،

وجوب حج کی شرطوں میں سے ایک شرط سفر خرچ کا مالک ہونا اور سواری پر قادر ہونا ذکر کیا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ چاہے سواری اس کی ملک ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے،

حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: عن علی قال: قال رسول صلى الله عليه وسلم من ملك زاداً و راحلةً تُبلغه الى بيت الله فلم يحجّ فلا عليه أن يموت يهودياً أو نصرانياً وذلك أَنّ الله يقول فى كتابه: والله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا (ترمذی شریف: كتاب الحج: باب ما جاء فى حرمته مكتى ص: ١٥٢ مكتبه بيت الافكار) عالمگیری میں ھے: ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاجارة دون الاعارة والاباحة سواء كانت الاباحة من جهة من لامنة له عليه كالوالدين و المولودين او من غيرهم كالاجانب كذا فى السراج الوهاب (جلد اول ص: ٢٤٠، دار الكتب العلمية)

شامی میں ہے: قولہ (ذی زادو راحلة) افادانہ لا یجب الا یملك الزادوملك اجرة الراحلة فلا یجب بالاباحة او العارية كما فی البحر وسیشیر الیہ قولہ "مختصة بہ فلا یكفی لو قدر علی راحلة مشتركة بر كبها مع غیرہ بالمعاقبة. (شرح اللباب ج: سوم ص: ۴۵۸، دار الكتب العلمية)

فتاوی عالمگیری میں ہے: وهو فرض علی الفور وهو الاصح فلا تباح لہ التأخیر بقدر الامكان الی العام الثانی كذا فی خزانة المفتین. (ج اول ص: ۲۱۶، مکتبہ زکریا)

بلکہ کئی سالوں تک اس کو مؤخر کرنے والا فاسق اور مردود الشهادة ہو جاتا ہے، در مختار میں ہے: فرض علی الفور فی العام الأول عند الثانی وأصح الروایتین عن الامام ومالك واحمد فیفسق ترد شهادته بتأخیره ای سنینا (ج: ۲، ص: ۴۵۴، مکتبہ زکریا) البحر الرائق میں ھے: ویاثم بالتأخیر لترك الواجب وثمرة الاختلاف تظهر فیما اذا أَخَّرَہ فعلی الصحیح یأثم ویصیر فاسقا مردود الشهادة وعلی قول محمد لا- (ج: ۲، ص: ۵۴۲، مکتبہ زکریا)

مذکورہ بالا فقہی جزئیات سے واضح ہے کہ زاد اور راحلہ پر قادر ہونے کے بعد قول صحیح پر اسی سال حج فرض ہے تاخیر کی صورت میں ترک واجب کے سبب فاسق اور مردود الشہادۃ ہو جائے گا۔

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف میں قرعہ اندازی کی وجہ سے ادائیگی حج میں تاخیر کا مسئلہ "کے تحت یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ فرضیت حج کے لئے استطاعت مالی میں حج کمیٹی کے مصارف کا اعتبار ہے ظاہر ہے کہ حج کمیٹی کا خرچ پرائیویٹ ٹورز کے اخراجات کے مقابلے میں بہت کم ہے، اور یہ بھی فیصلہ ہو چکا ہے کہ وہ عازمین حج جنہیں پرائیویٹ ٹورز سے حج میں جانے کی استطاعت ہوتی ہے مگر زائد خرچ سے بچنے کے لئے حج کمیٹی ہی سے جانا چاہتے ہیں اور اپنے نمبر آنے کا انتظار کرتے رہتے ہیں ایسے عازمین حج تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہوتے ہیں اگر یہ عازمین حج یونہی انتظار کرتے ہوئے فوت ہو جائیں تو ان پر ترک حج کا گناہ ہوگا"۔ اس فیصلہ سے صاف ظاہر ہے کہ جو ٹور سے جانے کی طاقت رکھتا ہے اس پر بھی حج فرض ہے اور جو حج کمیٹی سے جانے کی قدرت رکھتا ہے اس پر بھی حج فرض ہے مگر آج کل ایک تیسری صورت بھی حج پر جانے کی نکل گئی ہے اور خوب فروغ پا رہی ہے وہ ہے ویزٹ ویزا لے کر غیر قانونی طریقہ پر حج کرنا، اس میں ٹور اور حج کمیٹی کے مقابلے میں خرچ بہت کم آتا ہے مگر خطرات زیادہ ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ ویزٹ ویزا پر حج کرنا چاہتے ہیں، ٹور والے پہلے انکے لئے سال بھر کا ویزٹ ویزا حاصل کرتے ہیں یا جن کا پہلے سے ویزٹ ویزا لگا ہوا ہے اور ویزا کی مدت ختم ہونے تک اتنا وقت مل رہا ہے کہ حج کرکے واپس آ سکتے ہیں تو ایسے افراد کو ٹور والے ویزٹ ویزا پر حج کے لئے لے جاتے ہیں، ویزٹ ویزا کے سبب سعودیہ عربیہ میں داخلہ ہو جاتا ہے مگر ایسے لوگوں کو یکم ذی الحجہ سے ۱۴/ ذی الحجہ تک مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی قانوناً اجازت نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی اس مدت میں حج اور عمرہ کی اجازت ہوتی ہے ہاں باقی دنوں میں صرف عمرہ اور زیارت کی اجازت ہوتی ہے اور جب تک ویزا ہے بار بار آنے کی اجازت ہے، مگر اس ویزا پر حج کرنا غیر قانونی ہے یہ ویزا صرف زیارت اور عمرہ کے لئے دیا جاتا ہے۔

اسی لئے ٹور مالکان ایسے حاجیوں کو جدہ اور مدینہ ایئر پورٹ کے علاوہ کسی دوسرے ایئر پورٹ پر اترنے والی فلائٹ سے ٹکٹ بنواتے ہیں اور پھر ایئر پورٹ عملہ سے ملکر کسی مخصوص کاؤنٹر پر پاسپورٹ پر انٹری درج کرائی جاتی ہے اور امیگریشن افسر سے ملکر زیادہ جانچ پڑتال سے بچا کر سعودیہ میں انٹری کرادیتے ہیں، پھر غیر معروف راستوں سے ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ میں غیر قانونی طریقہ پر داخل کرادیتے ہیں، راستہ میں اگر چیک پوسٹ آتا ہے تو وہاں بھی سیٹنگ ہوتی ہے اور مخصوص لائن سے ان حاجیوں کی گاڑیوں کو نکال دیا جاتا ہے مکہ مکرمہ میں انٹری کے بعد معلم سے مل کر ان کے لئے بازو پر باندھنے والا بیلٹ اور گلے میں لٹکانے والا آئی ڈی کارڈ حاصل کر لیا جاتا ہے جس پر معلم نمبر خیمہ نمبر وغیرہ لکھا ہوتا ہے۔ بیلٹ اور آئی ڈی کارڈ ملنے تک ان حاجیوں کو بہت خفیہ رکھا جاتا ہے قدم قدم پر پکڑے جانے کا خطرہ رہتا ہے بیلٹ اور آئی ڈی کارڈ مل جانے پر اجازت یافتہ حاجیوں کی طرح یہ بھی دکھنے لگتے ہیں مگر معلم کے اصل ریکارڈ میں ان کی انٹری نہیں ہوتی یہ اور بات ہے کہ معلم پیسہ لے کر بس سروس، ایام حج میں منی، عرفات، مزدلفہ میں ٹھرنے اور کھانے کا انتظام کر دیتا ہے مگر اس کے باوجود اصل ریکارڈ کے مطابق یہ غیر قانونی ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے واپسی تک انہیں بہت خفیہ رکھا جاتا ہے۔ یونہی جدہ اور مدینہ ایئر پورٹ پر حاجیوں کی فنگر پرنٹ اور آنکھ کی اسکیننگ کے بعد حاجیوں کا جو ریکارڈ تیار کیا جاتا ہے اس میں بھی ان غیر قانونی حجاج کی انٹری نہیں ہوتی اگر بایومیٹرک کے ذریعہ جانچ کی جائے تو ان کا غیر قانونی ہونا واضح ہو جائے گا اور سعودی قانون کے لحاظ سے مجرم قرار پائیں گے، مگر ٹور مالکان ائیر پورٹ سے لے کر مکہ مکرمہ میں انٹری کرانے تک جگہ جگہ رشوت دے کر ان کو گرفتاری سے بچاتے ہیں۔ یہ حجاج قدم قدم پر رشوت دے کر شرعاً گنہ گار ہوتے ہیں جبکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **الراشی والمرتشی فی النار.** (**کنز العمال، ج:۲، ص:۱۱۳، مطبع بیروت**) نیز جب ائیر پورٹ سے مکہ کے لئے چلتے ہیں، تو میقات پر نیت کرکے نیچے بے سلا تہبند اور اوپر سے جبہ یا کرتا پہن لیتے ہیں اور مکہ مکرمہ پہنچ کر جبہ یا کرتا اتار کر احرام کی چادر اوڑھ لیتے ہیں یعنی حالت احرام میں گھٹنوں سلا ہوا کپڑا پہن کر حکم شرع کی مخالفت بھی کرتے ہیں، ایئر پورٹ سے احرام کے کپڑوں میں نہیں جاتے کہ کہیں پکڑے نہ جائیں۔

حج کمیٹی اور ٹور سے ہٹ کر حج پر لے جانے کا یہ تیسرا طریقہ جو اختیار کیا جارہا ہے اسی کی شرعی حیثیت اور مختلف جہتوں سے اس کے احکام و مسائل پر بحث مقصود ہے، اس مقام پر یہ سوال بھی اہم ہے کہ جو شخص حج کمیٹی اور ٹور سے جانے کی استطاعت نہیں رکھتا مگر اس تیسرے طریقہ سے وہ حج پر جانے کے مصارف پر قادر ہے تو کیا فرضیت حج کے لئے استطاعت مالی ثابت مانی جائے اور اس پر وجوب حج کا حکم عائد ہوگا؟ اور حج نہ کرنے کی صورت میں کیا اس کو بھی گنہگار قرار دیا جائے گا؟ اور کیا یہاں بھی رشوت کا گناہ صرف لینے والے پر ہے دینے والے پر نہیں؟ اور کیا قدم قدم پر پکڑے جانے کا خطرہ "**امن طریق**" کے منافی ہوگا؟ یا اس قسم کا خطرہ **علی اختلاف القولین** نفس وجوب یا وجوب ادا پر کوئی اثر نہ ڈالے گا بلکہ اس قسم کا خطرہ جنگل میں پانی ختم ہونے یا باد سموم چلنے یا دریا میں تیز لہریں اٹھنے کے مثل ہے جس سے حج کے وجوب پر کچھ فرق نہیں پڑتا؟ ہمارے فقہائے کرام نے امن طریق" کے سلسلے میں جو صراحت فرمائی ہے اس کے مطابق اگر غالب گمان سلامتی ہو تو جانا واجب ہے اور غالب گمان یہ ہو کہ ڈا کے وغیرہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو جانا ضروری نہیں اور صاحب فتح القدیر کے نزدیک غلبہ سلامتی کے ساتھ عدم غلبہ خوف

بھی معتبر ہے، مسئلہ دائرہ میں جان جانے کا خطرہ تو نہیں زیادہ سے زیادہ چند دنوں کی قید یا ملک سے باہر کر دینے کے امکانات ہیں مگر خوف کا غلبہ بہر حال رہتا ہے جب کہ عدم غلبہ خوف امام ابن الہمام کے نزدیک امن طریق میں معتبر ہے۔

امن طریق اور رشوت دے کر حج کرنے کے سلسلے میں فقہائے کرام کی تصریحات درج ذیل ہیں، ان کے مطالعہ سے مسئلہ دائرہ میں روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔

بہار شریعت میں وجوب ادا کی شرطوں سے ایک شرط امن طریق ذکر کی گئی ہے اس کا مطلب ہے کہ غالب گمان سلامتی ہو تو جانا واجب ہے اور غالب گمان یہ ہو کہ ڈاکے وغیرہ سے جان ضائع ہو جائے گی تو جانا ضروری نہیں، جانے کے زمانے میں امن ہونا شرط ہے پہلے کی بدامنی قابل لحاظ نہیں"۔ (بہار شریعت جلد اول، حصہ ششم ص: ۱۰۴۳، مکتبۃ المدینہ)

عالمگیری میں ہے: ومنها " أمن الطريق " قال ابو الليث ان كان الغالب فى الطريق السلامة يجب ان كان خلاف ذلك لا يجب، وعليه الاعتماد كذا فى التبيين (ج:اص:۲۴۱، دار الكتب العلمية)

شامی میں ہے: قوله مع أمن الطريق اى وقت خروج أهل بلده وان كان مخيفا فى غيره بحر -وقدمنا عن اللباب انه من شروط وجوب الاداء، وفى شرحه انه الاصح ورجّحه فى الفتح. وروى عن الامام أنه شرط وجوب، فعلى الاول تجب الوصية به اذا مات قبل أمن الطريق، أما بعده فتجب اتفاقا بحر - قوله (بغلبة السلامة) كذا اختاره الفقيه ابو الليث وعليه الاعتماد واختلف فى سقوطه اذا لم يكن بد من ركوب البحر، فقيل: يسقط، وقال الكرمانى: ان كان الغالب فيه السلامة من موضع جرت العادة بركوبه يجب والافلا، وهو الاصح. بحر قال فى الفتح: والذى يظهر انه يعتبر مع غلبة السلامة عدم غلبة الخوف، حتى لو غلب لوقوع النهب والغلبة من المحاربين مرارا أو سمعوا ان طائفة تعرضت للطريق ولها شوكة والناس يستضعفون أنفسهم عنهم، لا يجب، وما أفتى به الرازى من سقوطه من أهل بغداد و قول الإسكاف فى سنة ست وثلاثين وست مائة: لا اقول إنه فرض فى زماننا، وقول الثلجى: ليس على أهل خراسان منذ كذا كذا سنة حج. انما كان: وقت غلبة النهب والخوف فى الطريق ثم زال ولله المنة قوله: (على ما حققه الكمال) حيث قال: وقول الصفار: لا ارى الحج فرضاً منذ عشرين سنة من حين خرجت القرامطة لانه لا يتوصل اليه الابار شائهم، فتكون الطاعة سبب المعصية، فيه نظر لان هذا لم يمكن من شانهم، انما شا نهم استحلال قتل الانفس وأخذ الاموال، وكانوا يغلبون على اماكن ويترصدون فيها للحاج. وقد هجموا عليهم مرة فى مكة فقتلوا خلقا فى الحرم؛ وقد سئل الكرخى عمن لا يحُجُّ خوفاً منهم، فقال: ما سلمت البادية من الأفات: اى لا تخلوا عنها لقلة الماء وهيجان السموم، وهذا ايجاب منه رحمه الله تعالى ومحمله انه رأى ان الغالب اندفاع شرهم عن الحاج، وبتقديره فلا اثم فى مثله على الأخذ على ما عرف من تقسيم الرشوة فى كتاب القضاء اه ملخصا. واعترضه ابن كمال باشا فى شرحه على الهداية بأن ما ذكر فى القضاء

لیس علی اطلاقه، بل فیما اذا کان المعطی مضطراً بأن لزمه الاعطاء. ضرورة عن نفسه أو ماله- اما اذا کان بالالتزام منه فبالا عطاء ایضا یأثم ، وما نحن فیه من هذا القبیل اه. واقره فی النهر واجاب السید ابو السعود بأنه هنا مضطر لاسقاط الفرض عن نفسه قلت ویؤیده ما یاتی عن القنیه والمجتبی)

فان المکس والخفارة رشوة، ونقل عن البحر ان الرشوة فی مثل هذا جائزة، ولم اره فیه فلیراجع، قوله (ان قتل بعض الحجاج) ای فی کل عام او فی غالب الاعوام، وحینئذ فلا تکون السلامة غالبة اه ح.

قلت فیه نظر، فأن غلبة السلامة لیس المراد بها الکل احد بل للمجموع، وهی لا تنتفی الا بقتل الأکثر أو الکثیر. أما قتل اللصوص لبعض قلیل مع جمع کثیر سیما اذا کان بتفریطه بنفسه وخروجه من بینهم فالسلامة فیه غالبة، نعم إذا کان القتل بمحاربة القطاع مع الحجاج فهو عذر اذا غلب الخوف لما مر عن الفتح من انه یشترط وعدم غلبة الخوف الخ، علی انك قد سمعت آنفا جواب الکرخی فی شان القرامطة المستحلین لقتل الحجاج، وایضا فان ما یحصل من الموت بقلة الماء وهیجان السموم اکثر مما یحصل بالقتل بأضعاف کثیرة. فلو کان عذراً لزم ان لا یجب الحج الا علی القریب من مکة فی اوقات خاصة مع ان الله تعالی اوجبه علی اهل الافاق من کل فج عمیق، مع العلم بأن سفره لا یخلو عما یکون فی غیره من الأسفار من موت وقتل وسرقة. فأفهم قوله من المکس والخفارة المکس: ما یأخذه العشار، والخفارة ما یأخذه الخفیر وهو المجیر، ومثله ما یأخذه الاعراب فی زماننا من الصر المعین من جهة السلطان نصره الله تعالی لدفع شر هم قوله (والمعتمد لا) وعلیه الفتوی شرح اللباب عن المنهاج- قوله (وعلیه) ای علی کون المعتمد عدم کونه عذرا فیحتسب الخ" (ردالمحتار جلد سوم ص: ۴۶۲، دار الکتب العلمیه)

فتاوی قاضی خاں میں ہے: ومن الشرائط امن الطریق حتی قال ابو القاسم الصفار رحمه الله تعالی لا اری الحج فرضاً منذ عشرین سنة من حین خرجت القرامطة وهکذا قال ابوبکر الاسکاف رحمه الله تعالی فی سنة ست وعشرین وثلث مائة قیل انما کان ذاك لان الحاج لا یتوصل الی الحج الا بالرشوة للقرامطة وغیرها فتکون الطاعة سببا للمعصیة، والطاعة اذا صارت سببا للمعصیة ترتفع الطاعة (ج: ص: ۲۸۳، مکتبہ زکریا)

لیکن بحر الرائق میں اس کے برخلاف یہ فرمایا گیا کہ حج فرض ادا کیا جائے گا اگرچہ اس کی ادائیگی میں کسی معصیت کا ارتکاب کیوں نہ کرنا پڑے۔ بحر الرائق کی عبارت درج ذیل ہے: وما قال الصفار من انی لا اری الحج فرضاً من حین خرجت القرامطة وما علل به فی الفتاوی الظهیریة بأن الحاج لا یتوصل الی الحج الا بالرشوة لقرامطة وغیرها، فتکون الطاعة سببا للمعصیة مردود بأن هذا لم یکن من شأنهم لانهم طائفة من الخوارج کانوا یستحلون قتل المسلمین واخذ مالهم وکانوا یغلبون علی اماکن ویترصدون للحاج وعلی تقدیر اخذهم

الرشوة فلا اثم في مثله على الأخذ لا المعطي ولا يترك الفرض لمعصية عاص (جلد: ۲،ص: ۵۵۰، مکتبه زکریا)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: افواہ کا اعتبار نہیں اگر واقعی ثابت ہو کہ راستہ میں امن نہیں تو وجوب نہ ہوگا من استطاع الیہ سبیلا صادق نہ آیا مگر یہ اس کے لئے ہے جس پر اسی سال وجوب حج ہوتا اور جن پر پہلے سے واجب ہو لیا ہے اور اپنی کاہلی سے ابتک ادا نہ کیا ہو ان پر سے وجوب ساقط نہیں ہو سکتا غایت یہ کہ جس سال امن نہ ہونا ثابت ہو وجوب ادا نہ ہوگا جب باذنہ تعالی امن ہو جائے واجب الادا ہوگا۔ (ج ۴، ص: ۶۸۶، فتاوی رضویہ)

حضور مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں: رشوت وغیرہ کا الزام شنیع شریف کے سر زبردستی تھوپنا مضمون نگار کا نواں کذب و افتراء ہوا۔ شریف سے معاذ اللہ اگر رشوت کا ثبوت بھی ہو، تو اس سے حج کیوں نا جائز ہوا، بلکہ کیوں ساقط ہوا۔ ہر خادم فقہ جس کی عقل کی آنکھیں فقہ کے نور سے روشن ہیں، جانتا ہے کہ اس کا حال اور اس کے امثال میں گناہ لینے پر ہے، دینے والے پر نہیں۔ خود فتح القدیر میں کسی اور جگہ نہیں وہیں تھا جہاں کی عبارت مضمون نگار نے نقل کی ہے: ثم الاثم في مثله على الآخذ لا المعطي على ما عرف من تقسيم الرشوة في كتاب القضاء - (فتح القدیر، ج: ۲ صفحہ: ۴۲۵) پھر اس جیسی صورت میں گناہ لینے والے پر ہے نہ کہ دینے والے پر، جیسا کہ کتاب القضاء میں رشوت کی تقسیم کے بیان سے معلوم ہوا۔ ۱۲م

اور کسی عاصی کی معصیت کے سبب فرض ترک نہیں کیا جاسکتا۔ اس فتح القدیر کی اسی کتاب، اسی باب، اسی صفحہ، اس فقرہ مذکورہ کا پارہ ہے: و كون المعصية منهم لا يترك الفرض لمعصية عاص۔ (فتاوی مفتی اعظم، جلد چہارم، ص: ۲۳ مکتبہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں علمائے کرام ومفتیان عظام کی خدمات عالیہ میں درج ذیل سوالات پیش ہیں امید کہ جلد از جلد ان سوالوں کا تحقیقی جواب بھیج کر شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کو شادکام فرمائیں گے۔

سوالات

سوال (۱) وزٹ ویزا پر مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ سے حج کرنے میں جو خرچ آرہا ہے اگر کوئی شخص اس کا مالک ہے تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ اور تاخیر کی صورت میں گنہگار ہوگا یا نہیں؟

سوال (۲) مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ پر حج کرنے میں قدم قدم پر رشوت دینی ہوگی اس کا گناہ دینے والے اور لینے والے دونوں پر ہوگا؟ یا صرف لینے والے پر؟ اور دینے والے کے حق میں رشوت دینے کی رخصت ہوئی جس طرح حج فرض کے استقاط کے لئے تصویر کھینچوانے کی رخصت ہے؟

سوال (۳) مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ پر حج کرنے میں قدم قدم پر پکڑے جانے کا خطرہ ہے یہ خطرہ امن طریق کے منافی ہے یا نہیں؟اس خطرہ کی موجودگی میں نفس وجوب حج ہی معدوم ہو جائے گا یا وجوب ادا؟ یا یہ خطرہ صرف اس درجہ میں ہے جیسے جنگل سے جانے والے حاجیوں کے لئے قلّت ماہ یا باد سموم کا خطرہ یا پانی جہاز سے جانے والوں کے لئے تلاطم خیز لہروں کا خطرہ؟

سوال (۴) جو لوگ اس غیر قانونی طریقہ پر حج کرتے ہوئے پکڑے گئے اور قید میں ڈال دیئے گئے یا ملک بدر کر دیئے گئے وہ محصر کے حکم میں ہیں یا نہیں؟اور ان پر احصار کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟

سوال (۵) جن پر پہلے سے حج فرض ہے اگر وہ اس غیر قانونی طریقہ پر حج کر لیں تو ان کا حج فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

سوال (۶) سعودی حکومت کا وزٹ ویزا دے کر ایام حج میں حج کی ادائیگی سے روکنا ظلم ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اول دفع ظلم کے لئے رشوت دینے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

سوال (۷) : وزٹ ویزا لے کر مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ سے عمرہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

سوال : (۸) مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ پر حج اور عمرہ کرانے والے ٹور مالکان بطور مذکور جو روپیہ کماتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے وہ جائز کمائی ہے یا ناجائز و حرام؟

سوال : (۹) سعودیہ کے موجودہ قانون کے مطابق جو لوگ حج یا عمرہ کے احرام میں نہیں ہیں ان کو مسجد حرام میں نیچے طواف کرنے کی اجازت نہیں بلکہ چھت پر طواف کریں گے ظاہر ہے اس میں لمبا چکر لگانا ہوگا اور دیر میں طواف مکمل ہوگا اس لئے بہت سے لوگ حالت احرام میں نہ ہونے کے باوجود صرف اس لئے احرام کے کپڑے پہن لیتے ہیں تاکہ گیٹ مین ان کو حاجی یا معتمر سمجھ کر نیچے مطاف میں جانے کی اجازت دیدے اور یہ جلد از جلد طواف کے پھیرے مکمل کر لیں ان کی نیت دھوکہ دینے کی نہیں ہوتی اور نہ ہی زبان سے وہ خلاف واقعہ کوئی بات کہتے ہیں مگر وہ احرام کے کپڑوں میں صرف اس لئے ملبوس ہوتے ہیں کہ نیچے طواف کرنے کی اجازت مل جائے، ایسا کرنا شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں؟

ترتیب: شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو (یوپی)
رکن شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف

۹۲/۷۸۶

فیصلہ

بابت: وزٹ ویزا (Visit Visa) پر غیر قانونی طریقہ سے حج کرنے کا شرعی حکم

سوال (۱): وزٹ ویزا پر مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ سے حج کرنے میں جو خرچ آرہا ہے، اگر کوئی شخص صرف اتنے ہی کا مالک ہے، حج کمیٹی یا ٹور کے مصارف کا مالک نہیں تو اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟

الجواب (۱): وزٹ ویزا سے حج کرنا حکومت سعودیہ کے نزدیک غیر قانونی ہے۔ اس طرح حج کرنے میں نفس ومال کے ضرر کا خطرہ رہتا ہے اس لئے امن طریق کے مفقود ہونے کی وجہ سے ایسے شخص پر جو صرف وزٹ ویزا کے ذریعہ سفر حج کے مصارف پر قادر ہے، اس پر حج فرض نہیں۔

فتاویٰ خانیہ میں ہے: "ان کان الغالب ھو الخوف والقطع لا یفترض" (ج۱، ص۲۸۳)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "اگر واقعی ثابت ہو کہ راستے میں امن نہیں تو وجوب نہ ہوگا کہ "من استطاع الیہ سبیلا" صادق نہ آیا مگر یہ اس کے لئے ہے جس پر اسی سال حج واجب ہوتا اور جن پر پہلے سے واجب ہولیا ہے اور اپنی کاہلی سے اب تک ادا نہ کیا ان سے وجوب ساقط نہیں ہو سکتا۔ غایت یہ کہ جس سال امن نہ ہونا ثابت ہو وجوب ادا نہ ہوگا جب باذنہ تعالیٰ امن ہو جائے واجب الاداہو گا" (ج۴، ص۶۸۶)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۲): مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ پر حج کرنے میں قدم قدم پر رشوت دینی ہوگی، اس کا گناہ دینے والے اور لینے والے دونوں پر ہوگا یا صرف لینے والے پر؟ اور دینے والے کے حق میں رشوت دینے کی رخصت ہوگی جس طرح حج فرض کے اسقاط کے لئے تصویر کھنچوانے کی رخصت ہے؟

الجواب (۲): وزٹ ویزا سے حج کرنے کے لئے رشوت دینے اور لینے والے دونوں گنہ گار ہوں گے، رشوت دینے کی رخصت نہ ہوگی کہ اس پر حج فرض نہیں۔

قال النبی ﷺ: "الراشی والمرتشی کلاھما فی النار" (اخرجہ الطبرانی فی الصغیر، ج۱، ص۵۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۳): جو لوگ اس غیر قانونی طریقہ پر حج کرتے ہوئے پکڑے گئے اور قید میں ڈال دیے گئے یا ملک بدر کر دیے گئے وہ محصر کے حکم میں ہیں یا نہیں؟ اور ان پر احصار کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟

الجواب (۳): سارے مندوبین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وزٹ ویزا سے حج کرتے ہوئے جو پکڑے گئے اور قید میں ڈال دیے گئے یا ملک بدر کر دیے گئے وہ محصر کے حکم میں ہیں اور ان پر احصار کے احکام جاری ہوں گے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "المحصر من احرم ثم منع عن مضی فی موجب الاحرام سواء کان المنع من العدو أو المرض أو الحبس أو الکسر أو القرح أو غیرھا من الموانع من اتمام ما احرم بہ حقیقۃً أو شرعاً" (ج۱، ص۲۵۵)

بہار شریعت میں ہے: "جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا مگر کسی وجہ سے پورا نہ کر سکا اسے محصر کہتے ہیں جن وجوہ سے حج یا عمرہ نہ کر سکے وہ یہ ہیں: (۱) دشمن۔ (۲) درندہ۔ (۳) مرض کہ سفر کرنے اور سوار ہونے میں اس کے زیادہ ہونے کا غالب گمان ہے۔ (۴) ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانا۔ (۵) قید۔ (۶) عورت کے محرم یا شوہر جس کے ساتھ جا رہی تھی اس کا انتقال ہو جانا۔ (۷) عدت۔ (۸) مصارف یا سواری کا ہلاک ہو جانا۔ (۹) شوہر حج نفل میں عورت کو اور مولیٰ لونڈی غلام کو منع کر دے۔" (۶/۱۴۹)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴): جن پر پہلے حج فرض ہے اگر وہ اس غیر قانونی طریقہ پر حج کرلیں تو ان کا حج فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب (۴): جن پر پہلے سے حج فرض ہے وہ اگر وزٹ ویزا سے حج کرلیں تو ان کے ذمہ سے حج فرض ساقط ہو جائے گا۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "اور اگر مال حلال اس قدر اس کے پاس ہے یا کسی موسم میں ہوا تھا تو اس پر حج فرض ہے مگر رشوت وغیرہ حرام مال کا اس میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابل قبول نہ ہوگا اگرچہ فرض ساقط ہو جائے گا" (ج۴، ص۶۸۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۵): سعودی حکومت کا وزٹ ویزا دے کر ایام حج میں حج کی ادائیگی سے روکنا ظلم ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اول دفع ظلم کے لئے رشوت دینے کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

الجواب (۵): مصالح حجاج کے پیش نظر وزٹ ویزا پر حج کی اجازت نہ دینا ظلم نہیں۔

اشباہ ونظائر میں ہے: "تصرف الامام علی الرعیة منوط بالمصلحة" (ج۱، ص۳۲۸)

ردالمحتار میں ہے: "(بغیر اذن الامام) فان اذن فلیس لأحد أن یلزمه وأن ینازعه لکن لا ینبغی للامام أن یأذن به اذا ضربا لناس بأن کان الطریق ضیقا ولو رأی المصلحة مع ذلك وأذن جاز اھ حموی عن مسکین" (ج۱، ص۲۰۶) واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۶): وزٹ ویزا لے کر مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ سے عمرہ کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب (۶): جن ایام میں وزٹ ویزا سے عمرہ کرنا غیر قانونی ہے ان میں عمرہ کرنا ممنوع ہے البتہ اگر عمرہ کرلے تو عمرہ ادا ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ" (سورہ بقرۃ: ۱۹۵)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "کسی قانونی جرم کا ارتکاب کر کے اپنے کو بلاوجہ ذلت وبلا کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی حرام ہے کما استفید من القرآن المجید والحدیث" (ج۹، ص۲۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۷): مذکورہ بالا غیر قانونی طریقہ پر حج اور عمرہ کرانے والے ٹور مالکان بطور مذکور جو روپیہ کماتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ وہ جائز کمائی ہے یا ناجائز وحرام؟

الجواب (۷): ٹور مالکان کا مذکورہ بالا غیر قانونی طریقے پر حج اور عمرہ کرانا اگرچہ خلاف قانون ہونے کی وجہ سے جائز نہیں مگر اس کے ذریعہ ان کی حاصل کردہ اجرت حلال وطیب ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "بہر حال نفس اجرت کہ کسی فعل حرام کے مقابل نہ ہو، حرام نہیں ہے یہی معنی ہیں اس قول حنفیہ کے کہ یطیب الاجر وان کان السبب حراما کما فی الاشباہ وغیرہا فاحفظ فانه علم عزیز فی نصف سطر۔" (ج۱۹، ص۵۰۱)

نیز فتاویٰ رضویہ میں ہے: "مگر کرایہ کہ منفعت مکان کے مقابل ہے نہ ان افعال کے، اب بھی جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے: من اٰجر بیتا لیتخذ فیه بیت نار او کنیسة أو یباع فیه الخمر بالسواد فلا بأس به لأن الاجارة ترد علی منفعة البیت ولا معصیة فیه انما المعصیة بفعل المستاجر اھ اقول وھذا ھو محمل ما فی الغمز عن القنیة وفی جامع الرموز عن المنیة وفی المنح عن شمس الأئمة الحلوانی وفی رد المحتار عن غرر الافکار عن المحیط عن المحیط عن الامام أن الاجر طیب وان کان السبب حراما کما حققناه فی ما علی رد المحتار علقناه فاحفظ فانه مزلّة ومضلة" (فتاویٰ رضویہ، ج۸، ۱۷۶، ۱۷۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۸): سعودیہ کے موجودہ قانون کے مطابق جو لوگ حج یا عمرہ کے احرام میں نہیں ہیں ان کو مسجد حرام میں نیچے طواف کرنے کی اجازت نہیں بلکہ چھت پر طواف کریں گے ظاہر ہے اس میں لمبا چکر لگانا ہوگا اور دیر میں طواف مکمل ہوگا اس لئے بہت سے لوگ حالت احرام میں نہ ہونے کے باوجود صرف اس لئے احرام کے کپڑے پہن لیتے ہیں تاکہ گیٹ مین ان کو حاجی یا معتمر سمجھ کر نیچے مطاف میں جانے کی اجازت دیدے اور یہ

جلد از جلد طواف کے پھیرے مکمل کرلیں ان کی نیت دھوکہ دینے کی نہیں ہوتی اور نہ ہی زبان سے وہ خلاف واقعہ کوئی بات کہتے ہیں مگر وہ احرام کے کپڑوں میں صرف اس لئے ملبوس ہوتے ہیں کہ نیچے طواف کرنے کی اجازت مل جائے، ایسا کرنا شرعاً جائز و درست ہے یا نہیں؟

الجواب (۸): اصل مطاف میں طواف کرنے کی نیت سے حالت احرام میں نہ ہونے کے باوجود احرام کا لباس پہننا شرعاً فریب اور دھوکہ نہیں ہے کہ دھوکہ کا مطلب کسی کو ضرر اور نقصان پہنچانے کی نیت سے اصل حقیقت کو چھپانا ہوتا ہے۔

تفسیر رازی میں ہے: "اعلم أنه لا شبهة فی أن الخديعة مذمومة واصل هٰذه اللفظة الاخفاء واما حدها فهو اظهار ما يوهم السلامة والسداد وابطان ما يقتضی الاضرار بالغير والتخلص منه" (ج۱، ص۵۷)

اور تفسیر بیضاوی میں ہے: "الخداع أن توهم غيرك خلاف ما تخفيه من المكروه لتزله عما هو بصدده من قولهم خدع الضب" (ص۲۷)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جبکہ یہاں کسی کو ضرر پہنچانا مقصود نہیں بلکہ خود کو ضرر سے بچانا اور سنت کے مطابق طواف کرنا اور مسجد کی چھت پر چڑھنے کی کراہت سے بچنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم